سلام کی اہمیت اور غیر مسلم کو سلام کا حکم

سید جلال الدین عمری

(دوسری قسط)

غیر مسلم کو سلام کرنے کا ثبوت

روایت ہے کہ حضرت ابوامامہؓ کا راستہ چلتے ہوئے مسلمان، نصرانی، چھوٹے یا بڑے جس کسی کے پاس سے بھی گزر ہوتا سلام کرتے۔ جب ان سے اس سلسلہ میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ہمیں سلام کے عام کرنے اور پھیلانے کا حکم ہے۔[۱۶]

بیہقی کی روایت ہے کہ حضرت ابو اسامہؓ نے فرمایا کہ یہ مسلمانوں کے لئے برکت کی دعا اور ذمیوں کے لئے امن و امان کا اظہار ہے۔[۱۷]

امام ابن جریر طبری کہتے ہیں کہ سلف سے مروی ہے کہ وہ اہل کتاب کو سلام کیا کرتے تھے۔[۱۸]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، ابو درداءؓ اور فضالہ بن عبیدؓ کے متعلق آتا ہے کہ وہ اہلِ کتاب کو سلام کرنے میں پہل کرتے تھے۔[۱۹]

عون بن عبداللہؒ کہتے ہیں کہ محمد بن کعب قرظی نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے دریافت کیا کہ ذمیوں کو سلام کرنے میں پیش قدمی کی جا سکتی ہے؟ انہوں

---

۱۵ معاہدہ کی تفصیل کے لئے دیکھی جائے۔ ابن ہشام : سیرۃ النبیؐ ۲/۱۱۹-۱۲۳

۱۶ قال الحافظ اخرجہ الطبری بسند جید۔ فتح الباری : ۱۱/۴۱۔

۱۷ ابن حجر، فتح الباری : ۱۱/۳۹۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن : ۱۱/۱۱۲

۱۸ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن : ۱۱/۱۱۲

۱۹ عینی، عمدۃ القاری : ۱۲/۱۹

نے جواب دیا کہ ہماری طرف سے سلام کی ابتدا صحیح نہیں ہے' البتہ ان کے سلام کا جواب دیا جائے گا۔ عون بن عبداللہ نے اس مسئلہ میں خود محمد بن کعب قرظی کی رائے دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ انہیں آگے بڑھ کر سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[۲۰]

امام اوزاعی سے سوال کیا گیا کہ ایک مسلمان کسی غیر مسلم کے پاس سے گزرتے وقت اسے سلام کر سکتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا اگر تم نے سلام کیا تو اس سے پہلے صالحین نے سلام کیا ہے اور اگر تم نے سلام نہیں کیا تو صالحین نے سلام نہیں بھی کیا ہے۔ (یعنی سلف سے دونوں طرح کے عمل منقول ہیں۔[۲۱])

سماجی تقاضوں کے تحت غیر مسلم کو سلام کا جواز

ایک خیال یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان تو سلام کو ہر موقع اور ملاقات پر عام کرنے کا حکم ہے' غیر مسلموں کے بارے میں اس طرح کی ہدایت نہیں ہے' البتہ سماجی ضروریات اس کا تقاضا کر رہی ہوں تو انہیں سلام کیا جا سکتا ہے۔

حضرت علقمہؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ کچھ دہقان (ذمی) بھی شریک سفر تھے۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد ان کا راستہ الگ ہو گیا اور وہ اس پر چلنے لگے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے انہیں سلام کیا۔ میں نے عرض کیا کہ ذِمیوں کو سلام کرنا کیا ناپسندیدہ نہیں ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود نے جواب دیا کہ یہ تو حقِ صحبت ہے۔[۲۲]

۲۰۔ ابن حجر' فتح الباری : ۱۱/۳۹

۲۱۔ قرطبی' الجامع لاحکام القرآن : ۱۱/ ۱۱۲۔ نووی' شرح مسلم ج ۵ جزء ۱۴ ص ۱۴۵۔

۲۲۔ قال الحافظ اخرجه الطبری بسند صحیح' فتح الباری ۱۱/۴۱۔ قرطبی' الجامع لاحکام القرآن : ۱۱/۱۱۲۔ مصنف عبدالرزاق کی روایت میں علقمہ کے سوال اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے جواب کا ذکر نہیں ہے۔ ۶/۱۲ امام محمد کی روایت ہے کہ ایک ذمی نے جو حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھ تھا' جدا ہوتے وقت سلام کیا تھا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا تھا۔ کتاب الاثار ص ۱۲۸۔ (مطبع اسلامی لاہور ۱۹۱۱ء) علامہ ابوبکر جصاص حضرت علقمہ کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں : ظاهره یدل علی ان عبدالله بداهم بالسلام لان الرد لا یکره عند احد' احکام القرآن : ۳/۵۲۵۔ یعنی بظاہر عبداللہ بن مسعودؓ نے ان لوگوں کو سلام کیا تھا' اس لئے کہ جہاں تک سلام کے جواب کا تعلق ہے وہ کسی کے نزدیک بھی ناپسندیدہ نہیں۔

بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ مسلمان کا اپنی کسی حاجت اور ضرورت کے تحت غیر مسلم کو سلام کرنا جائز ہے۔ قاضی عیاض کے بقول یہ حضرت علقمہ اور امام نخعی کا قول ہے[۲۳]

سلیمان الاعمش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعی سے کہا کہ ایک نصرانی طبیب کے ہاں میری آمد و رفت رہتی ہے' کیا میں اسے سلام کر سکتا ہوں؟ آپ نے جواب دیا کہ جب تمہاری اس سے کوئی حاجت ہے تو سلام کرو۔[۲۴]

حضرت ابراہیم نخعی کا قول علامہ قرطبی نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے :

اذا كانت لك حاجة عند يهودى اونصرانى فابدأه بالسلام۔

"جب تمہیں کسی یہودی یا نصرانی سے کوئی حاجت درپیش ہو تو اس سے ملاقات کا آغاز سلام سے کرو۔"

اس کے بعد لکھتے ہیں :

فبان بهذا ان حديث ابى هريره ﷺ ......اذا كان لغير سبب يدعوكم الى ان تبدء وهم بالسلام من قضاء زمامٍ اوحاجةٍ تعرض لكم قبلهم اوحق صحبةٍ اوجوارٍ اوسفرٍ[۲۵]

"اس سے واضح ہوا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت (جس میں غیر مسلم کو سلام کرنے سے منع کیا گیا ہے) کا تعلق بغیر کسی سبب کے سلام کرنے سے ہے' جیسے کسی حق کی ادائیگی یا کوئی حاجت جو تمہیں ان سے پیش آئے یا صحبت' ہمسائیگی اور سفر کا حق (اس طرح کا کوئی سبب ہو تو سلام کیا جا سکتا ہے)"

فقہ حنفی میں کہا گیا ہے کہ ضرورت پر ذمی کو سلام کیا جا سکتا ہے۔ ہاں بغیر کسی ضرورت کے سلام کرنا ناپسندیدہ ہے۔ اسی طرح کہا گیا ہے کہ ضرورت کے تحت مصافحہ بھی جائز ہے لیکن بے ضرورت ناپسندیدہ ہے۔ بطور مثال ایک ضرورت یہ بیان ہوئی ہے کہ اگر کوئی مسلمان یہ محسوس کرے کہ سفر سے واپسی کے بعد وہ اپنے نصرانی پڑوسی سے مصافحہ نہ کرے

---

۲۳ نووی : شرح مسلم ج ۵ جزء ۱۴۵/۱۴

۲۴ جصاص' احکام القرآن : ۵۲۶/۳

۲۵ قرطبی' الجامع لاحکام القرآن : ۱۱۲/۱۱

تو اسے تکلیف پہنچے گی تو اسے مصافحہ کرنا چاہئے۔[۲۶]

اس طرح کے سماجی، معاشرتی، معاشی، طبّی، علمی اور عملی ضروریات کی کوئی متعین فہرست نہیں ہے، آدمی اپنے حالات اور ماحول کے لحاظ سے ان کا تعین کرے گا، جہاں کسی ضرورت کا تقاضا ہو غیر مسلم سے ملاقات، سلام اور مصافحہ بلا کراہت جائز سمجھنا چاہئے۔

تالیفِ قلب کے لئے سلام کی گنجائش

ایک خیال یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں شاید تالیف قلب کے لئے غیر مسلموں کو سلام کرنے کی اجازت تھی لیکن جب اسلام کو اقتدار اور استحکام حاصل ہو گیا تو اسکی ضرورت نہیں رہی۔[۲۷]

یہ بات اس وقت صحیح ہو گی جب کہ ہمیں یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ افشاءِ سلام کا حکم پہلے اور ممانعت کا بعد میں دیا گیا۔ لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ تالیفِ قلب کا مقصد غیر مسلموں کے قلوب کو اپنی زبان اور اپنے حسن سلوک سے اسلام کی طرف مائل کرنا بتایا گیا ہے[۲۸]۔ یہ کوئی وقتی اور ہنگامی مقصد نہیں ہے بلکہ مضبوط سے مضبوط اسلامی حکومت قائم ہو جائے تو بھی باقی رہے گا۔ اِلّا یہ کہ ریاست میں کوئی غیر مسلم ہی نہ ہو۔ صحیح بات یہ کہ اسلام نے جن اعلیٰ اخلاقیات کی تعلیم دی ہے سلام اسی کا ایک حصہ ہے۔ اس پر اسی پہلو سے غور کرنا چاہئے۔

مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مشترک مجمع کو سلام

اگر مجلس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں موجود ہوں تو سلام کیا جا سکتا ہے۔ اس کا ثبوت صریح حدیث سے ملتا ہے۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ بدر سے پہلے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ حضرت سعد بن عبادہؓ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ سواری گدھے کی تھی۔ اس پر زین اور فدکی

۲۶۔ ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار: ۵/۳۶۳۔

۲۷۔ ابن حجر، فتح الباری: ۱/۵۶۔ عینی۔ عمدۃ القاری: ۱/۱۵۷

۲۸۔ ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار: ۵/۳۶۴

چادر پڑی ہوئی تھی۔ پیچھے آپ نے حضرت اسامہؓ کو بٹھالیا۔ راستہ میں ایک ایسی مجلس سے گزر ہوا جس میں مسلمان' بت پرست مشرکین اور یہود تھے۔ ان میں مشہور منافق عبداللہ بن اُبَی بھی تھا اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بھی مجلس میں موجود تھے۔ جب آپ قریب پہنچے تو سواری کی گرد و غبار اڑنے لگی۔ عبداللہ بن ابی نے چادر سے اپنی ناک ڈھک لی اور کہا کہ ہم لوگوں پر گرد و غبار نہ اڑاؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے سلام کیا اور سواری سے اتر گئے۔ ان لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دی اور قرآن کی تلاوت کی۔ عبداللہ بن ابی نے اس کے جواب میں کہا : اگر آپ کی بات حق ہے تو اس سے اچھی کون سی بات ہو سکتی ہے' لیکن آپ ہمیں ہماری مجالس میں آکر پریشان نہ کریں' آپ اپنے مقام پر جائیں' ہم میں سے جو آپ کے پاس پہنچیں انہیں اپنی باتیں سنائیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ اپنی باتیں ہماری مجالس میں پیش فرمائیں' ہم انہیں پسند کرتے ہیں۔ اس کے بعد مسلمان اور مشرکین اور یہود ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے اور مار پیٹ شروع ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں خاموش اور پُرسکون رہنے کی تلقین فرمائی۔ پھر آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس پہنچے۔ فرمایا : اے سعد! کیا تم نے ابو حباب (عبداللہ بن ابی) کی باتیں سنیں۔ اس نے یہ اور یہ کہا ہے۔ انہوں نے فرمایا : اے اللہ کے رسول (ﷺ) اسے معاف فرمایئے۔ قسم خدا کی! اللہ نے آپ کو بڑا اونچا مقام عطا کیا ہے۔ مدینہ کے لوگوں نے یہ طے کر رکھا تھا کہ اسے تاج پہنائیں گے (بادشاہ بنائیں گے) اللہ تعالیٰ نے اس حق کے ذریعہ جو اس نے آپ کو عطا کیا ہے' اس منصوبہ کو ختم کر دیا۔ اس وجہ سے اس کا دم گھٹنے لگا ہے اور یہ حرکت اس نے اسی وجہ سے کی ہے۔ چنانچہ آپ نے اسے درگزر کر دیا۔[۲۹]

اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلو سامنے آتے ہیں۔ اس سے آپؐ کی دعوتی جد وجہد' مخالفین تک اسے پہنچانے کی فکر' آپ کا صبر' حلم اور عفو و

۲۹۔ بخاری' کتاب الاستیذان' باب التسلیم فی مجلس فیہ اخلاط من المسلمین والمشرکین۔ کتاب المرضی' باب عیادۃ المریض راکبا و ماشیا۔ مسلم' کتاب الجہاد' باب مالقی النبی ﷺ من اذی المشرکین والمنافقین

درگزر اور چھوٹوں کی خبرگیری اور عیادت وغیرہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی سے اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کی ملی جلی مجلس کو سلام کیا جا سکتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جب تمہارا گزر کسی ایسی مجلس پر ہو جس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں ہوں تو سلام کرو۔[۳۰]

اس حدیث کی بنیاد پر امام نووی فرماتے ہیں کہ جس مجلس میں مسلمان اور کافر ہوں یا ایک بھی مسلمان ہو تو اسے سلام کیا جا سکتا ہے لیکن سلام کرتے وقت مسلمان کو مخاطب سمجھا جائے۔[۳۱]

حضرت اسامہؓ کی اس حدیث میں جس مجلس کا ذکر ہے اس میں مسلمانوں میں عبد اللہ بن رواحہؓ کی موجودگی کا تو ثبوت ملتا ہے لیکن یہ صراحت نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف ان کو مخاطب سمجھ کر سلام کیا تھا۔ یہ بات ان احادیث کی بنیاد پر کہی گئی ہے جن میں غیر مسلموں کو سلام کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم نے عرض کیا ان کا موقع و محل دوسرا ہے۔

اس سلسلہ کا ایک سوال یہ ہے کہ صرف غیر مسلموں کے مجمع میں دعوت و تبلیغ کے لئے جانا ہو تو کیا اسے سلام کیا جا سکتا ہے؟ میرے خیال میں اس کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ اس لئے کہ جب انفرادی نوعیت کی سماجی، معاشرتی اور طبی ضروریات کے تحت غیر مسلم کو سلام کرنے کی فقہاء کے ہاں اجازت ملتی ہے تو دین کے عمومی مفاد اور دعوت و تبلیغ کے لئے بھی اس کی اجازت ہونی چاہئے۔ اس سے تالیفِ قلب کا بھی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے، جس کی طرف بعض فقہاء نے اشارہ کیا ہے۔

سلام کے جواب کا حکم

اب سلام کے جواب کے مسئلہ کو لیجئے۔ اس کا حکم قرآن مجید میں ان الفاظ میں دیا گیا ہے:

وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا إِنَّ اللَّهَ

[۳۰] عبدالرزاق، المصنف: ۶/۱۶۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۱۱/۱۱۲

[۳۱] نووی، شرح مسلم ج ۵ جزء ۱۴ ص ۱۴۵

كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ○ (النساء : ۸۶)

"جب تمہیں کوئی سلام کرے تو اسے اس سے بہتر طریقہ سے یا کم از کم اسی طرح جواب دو۔ بیشک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔"

اس آیت کی بنیاد پر علامہ قرطبی کہتے ہیں :

اجمع العلماء انّ الابتداء بالسلام سنّةٌ مرغبٌ فیھا وردّہ فریضةٌ ۳۲

"علماء کا اتفاق ہے کہ سلام کے ذریعہ (ملاقات کی) ابتدا کرنا ایسی سنت ہے جس کی ترغیب دی گئی ہے۔ رہا اس کا جواب دینا تو یہ فرض ہے۔"

اس آیت کے ذیل میں علامہ ابن کثیر کہتے ہیں :

ای اذا سلّم علیکم المسلم فردّوا علیہ افضل مما سلّم اوردّوا علیہ بمثل ما سلم فالزیادہ مندوبةٌ والمماثلةُ مفروضةٌ۔ ۳۳

"یعنی جب تمہیں کوئی مسلمان سلام کرے تو اس نے جن الفاظ میں سلام کیا ہے ان سے بہتر یا ان ہی کے مثل الفاظ میں جواب دو۔ سلام سے زیادہ الفاظ میں جواب دینا مندوب اور پسندیدہ ہے اور ان ہی کے مثل الفاظ میں جواب دینا فرض ہے۔"

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسلمان نے "السلام علیکم" کہا تو اس کے جواب میں "وعلیکم السلام" کہنا بھی صحیح ہے اور "وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ" بھی کہا جا سکتا ہے۔ پہلی صورت اسی کے مثل جواب کی اور دوسری صورت بہتر جواب کی ہے۔ کسی مسلمان نے "السلام علیکم ورحمتہ اللہ" کہا تو اس کے جواب میں "وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ" کہنا اسی جیسا جواب ہوگا اور بہتر جواب یہ ہے کہ "وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ" کہا جائے۔ اگر کسی نے "السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ" کہا تو اس کے جواب میں "وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ" کہا جائے گا۔ اس میں مزید الفاظ کا اضافہ نہیں ہوگا۔ ۳۴

---

۳۲ قرطبی : الجامع لاحکام القرآن : ۲۹۸/۵

۳۳ ابن کثیر: تفسیر القرآن العظیم : ۵۳۰/۱

۳۴ یہ تفصیل ابن جریر، ابن مردویہ، طبرانی اور ابن منذر کی ایک روایت میں ملتی ہے، لیکن اس ←

ان تفصیلات کا تعلق اسلام کے ماننے والوں سے ہے۔ سوال یہ ہے کہ غیر مسلم کے سلام کا بھی جواب دیا جائے گا یا نہیں؟ سورۂ نساء کی مذکورہ بالا آیت سے استدلال کرتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں :

ردّوا السّلام علٰی من کان یھودیًا اونصرانیًا اومجوسیًا[۳۵]

"سلام کا جواب دو' چاہے وہ یہودی یا نصرانی یا مجوسی ہو۔"

علامہ ماوردی فرماتے ہیں کہ سلام کرنا نفل اور مستحب ہے لیکن اس کا جواب دینا فرض ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ' قتادہ اور ابن زید کے نزدیک مسلم اور کافر دونوں کے سلام کا جواب دینا فرض ہے' لیکن حضرت عطاء کی رائے یہ ہے کہ مسلمان کے سلام کا جواب دینا تو فرض ہے ، کافر کے سلام کا جواب دینا فرض نہیں ہے۔[۳۶]

علامہ قرطبی فرماتے ہیں ذمیوں کے سلام کا جواب دینے یا نہ دینے کے مسئلہ میں اختلاف ہے۔ جس طرح مسلمان کے سلام کا جواب دینا واجب ہے کیا اسی طرح ذمیوں کے سلام کا جواب دینا بھی واجب ہے؟ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ' شعبی اور قتادہ سورۂ نساء کی آیت سے تمسک کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ذمیوں کے سلام کا جواب دینا بھی واجب ہے' لیکن امام مالکؒ' جیسا کہ اشہب اور ابن وہب نے ان سے نقل کیا ہے' فرماتے ہیں کہ یہ واجب نہیں ہے۔ اگر جواب دیا بھی جائے تو صرف "علیک" کہا جائے۔[۳۷]

← میں ضعف ہے۔ علامہ سیوطی نے اسے حسن کہا ہے۔ تفسیر طبری : ۵۹۰/۸-۵۸۹۔ تحقیق محمود محمد شاکر۔ ابن کثیر تفسیر ۵۳۱/۱۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" پر سلام ختم ہو جاتا ہے' اس پر اضافہ صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے اضافہ کیا تو اسے انہوں نے منع فرمایا۔ موطا' کتاب السلام' باب العمل فی السلام۔

۳۵ بخاری' الادب المفرد مع فضل اللہ الصمد : ۵۳۳/۲۔ اس کے ایک راوی عبد اللہ بن ثور پر بعض محدثین نے جرح کی ہے۔ لیکن یہی روایت کسی قدر اختصار کے ساتھ طبری میں ہے۔ اس کے راویوں میں مجروح راوی نہیں ہے۔ طبری کے الفاظ ہیں : من سلم علیک من خلق اللہ فاردد علیہ وان کان مجوسیا۔ تفسیر طبری طبع جدید : ۵۸۷/۸۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نے اس کی سند پر کوئی جرح نہیں کی ہے بلکہ اس کی توثیق کی ہے۔ فتح الباری : ۴۲/۱۱

۳۶ ماوردی' النکت والعیون : ۴۱۱/۱

۳۷ قرطبی' الجامع لاحکام القرآن : ۳۰۴/۵۔ نیز ملاحظہ ہو ۲۹۳/۱۷

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مشرک کو سلام نہیں کیا جائے گا' البتہ اس کے سلام کا جواب دیا جائے گا۔ امام محمدؒ کے بقول یہی ہمارے عام فقہاء کا قول ہے۔ [۳۸]

امام نووی فرماتے ہیں شوافع کا مسلک یہ ہے کہ غیر مسلموں کو سلام کرنے میں پیش قدمی کرنا حرام ہے لیکن جواب دینا واجب ہے۔ البتہ جواب میں وعلیکم یا علیکم کہا جائے گا' اس سے زیادہ نہیں۔ یہی اکثر علماء اور عام سلف کی رائے ہے۔ [۳۹]

غیر مسلم کے سلام کا جواب کس طرح دیا جائے؟

سلف میں سے بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ سورۂ نساء میں سلام کا جواب بہتر طریقہ سے دینے یا سلام کے الفاظ دہرا دینے کا حکم ہے۔ ان میں سے پہلی صورت مسلمانوں سے اور دوسری صورت غیر مسلموں سے متعلق ہے۔ چنانچہ ابن زید کہتے ہیں۔

حقٌ علٰی کل مسلمٍ حیّی بتحیۃٍ ان یحیی باحسن واذا
حیاہ غیر اھل اسلام ان یرد علیہ مثل ما قال [۴۰]

"جس کسی مسلمان کو بھی سلام کیا جائے اس پر واجب ہے کہ بہتر طریقہ سے جواب دے اور جب اسے اہل اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا سلام کرے تو اسی جیسا جواب دے۔"

حضرت قتادہ کہتے ہیں بہتر طریقہ سے جواب مسلمان کے لئے ہے اور سلام کرنے والے کے الفاظ ہی کو لوٹا دینا اہل کتاب کے لئے ہے۔ [۴۱]

آیت میں بظاہر مسلم اور غیر مسلم کی تفریق نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے پیچھے یہ خیال ہو کہ ایک مسلمان کا اخلاقی حق غیر مسلم کے حق سے زیادہ ہے اس لئے ایک کافر کے سلام کا جن الفاظ میں جواب دیا جاتا ہے ان سے بہتر الفاظ میں مسلمان کے سلام کا جواب دیا جانا چاہئے۔

---

۳۸ جصاص' احکام القرآن : ۵۲۵/۳
۳۹ نووی : شرح مسلم ج ۵ جز ۱۴ ص ۱۴۵
۴۰ طبری' جامع البیان : ۵۸۸/۸
۴۱ طبری' جامع البیان : ۵۸۷/۸

یہ تفصیلات بتاتی ہیں کہ اس امر میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ غیر مسلم کے سلام کا جواب دیا جا سکتا ہے۔ بعض حضرات نے اسے ضروری بھی قرار دیا ہے۔ البتہ یہ بحث ضرور ہے کہ جواب کن حدود میں ہو اور اس کے لئے کیا الفاظ استعمال کئے جائیں۔

سلام کرنے میں یہود کی شرارت اور اس کا جواب

ہمارے خیال میں اس کا تعلق اس بات سے ہے کہ ایک غیر مسلم کا مجموعی رویہ کیا ہے اور کن الفاظ میں وہ سلام کرتا ہے۔ یہودِ مدینہ کی عداوت اور دشمنی بالکل نمایاں تھی۔ جب بھی موقع ملتا ان کے بغض و عناد کا مظاہرہ ہوتا تھا۔ سلام بھی کرتے تو نازیبا اور غیر شائستہ الفاظ استعمال کرتے تھے۔ قرآن مجید کا بیان ہے :

وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ (المجادلہ : ۸)

"جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کو سلام اس طرح کرتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ پر سلام نہیں بھیجا ہے اور اپنے جی میں کہتے ہیں کہ ہماری اس حرکت پر اللہ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا۔ جہنم ان کے لئے کافی ہے، اس میں وہ داخل ہوں گے، اور وہ برا ٹھکانا ہے۔"

یہود کے اس رویہ کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے انہیں سلام کرنے سے منع فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ ان کے شرارت آمیز سلام کے جواب میں صرف یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ وہی کچھ کرے جو تم ہمارے ساتھ چاہتے ہو۔ احادیث میں اس کی تفصیل ملتی ہے۔ یہاں بعض احادیث پیش کی جا رہی ہیں۔

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا :

انّ اهلَ الكتاب يسلمون علينا فكيف نردّ عليهم؟

قال : قُولوا وَعَلَيْكُم [۴۲]

---

[۴۲] مسلم، کتاب السلام، باب النہی عن ابتداء اہل الکتاب بالسلام و کیف یرد علیہم۔ ابو داؤد، ابواب السلام، باب فی السلام علی اہل الذمۃ

"اہل کتاب ہمیں سلام کرتے ہیں ہم انہیں جواب کس طرح دیں؟ آپؐ نے فرمایا: "وعلیکم" کہہ دو۔"

حضرت انسؓ ہی کی ایک اور روایت ہے:

اذا سلم علیکم اھلُ الکتاب فقولوا وَعَلَیْکُم [۴۳]

"جب اہل کتاب تمہیں سلام کریں تو تم "وعلیکم" کہو۔"

بعض دوسری روایات سے اس جواب کی وجہ بھی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا سلم علیکم الیھودُ فانما یقول احدھم السّامُ علیکَ فقل وعلیکَ۔ [۴۴]

"یہود تمہیں جب سلام کرتے ہیں تو "السام علیکم" کہتے ہیں۔ تم جواب میں "وعلیک" کہہ دو۔"

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ قریب سے گزرتے ہوئے ایک یہودی نے "السام علیکم" کہا۔ خدمت میں جو صحابہؓ موجود تھے انہوں نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ اس نے کیا کہا؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس نے سلام کیا تھا۔ آپ نے فرمایا نہیں! اس نے "السام علیکم" کہا (تمہیں موت آئے یا تم اپنے دین سے اکتا جاؤ) اسے واپس بلاؤ تاکہ دریافت کیا جائے۔ اسے واپس بلایا گیا۔ دریافت کرنے پر اس نے اعتراف کیا کہ اس نے "السام علیکم" ہی کہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا جب اہل کتاب تمہیں سلام کریں تو تم "عَلیکم مَا قُلتم" کہو۔ (یعنی تم پر وہ چیز طاری ہو جس کی تم نے ہمارے لئے دعا کی ہے۔ [۴۵])

ان روایات سے واضح ہے کہ یہود سلام کرنے میں بھی شرارتِ نفس اور خبثِ باطن

---

[۴۳] بخاری، کتاب الاستیذان، باب کیف الرد علی اہل الذمۃ۔ مسلم، کتاب السلام، باب النہی عن ابتداء اہل الکتاب الخ۔

[۴۴] بخاری و مسلم حوالہ سابق۔

[۴۵] رواہ البزار و ابن حبان، فتح الباری: ۱۱/۴۳ و رواہ البخاری فی الادب المفرد مختصراً۔ ۲/۵۴۲-۵۴۳

کا مظاہرہ کرتے تھے۔ اس کا شریفانہ اور باوقار انداز میں جواب دینے کی ہدایت کی گئی کہ تمہارے یہ الفاظ تمہارے ہی لئے مبارک ہوں۔ تم ہماری تباہی اور بربادی کے آرزومند ہو' خدا تمہیں اسی سے دوچار کرے۔ اس سے آگے بڑھ کر جواب میں بدزبانی اور بدکلامی سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہود کے کچھ افراد آئے اور "السام علیک" کہا۔ میں سمجھ گئی کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا "وعلیکم السام وَاللعنہ" (موت تمہیں آئے اور خدا کی لعنت تم پر ہو) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! صبر سے کام لو' درشت کلامی سے احتراز کرو' اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں رِفق و ملاطفت اور نرمی کو پسند کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا انہوں نے جو کہا کیا وہ آپؐ نے نہیں سنا؟ آپؐ نے فرمایا میں نے سنا ہے اور اس کے جواب میں "وعلیکم" کہہ دیا ہے۔ (یعنی موت اور اکتاہٹ تم پر آئے۔ یہ جواب کافی ہے) [۴۶]

جواب میں نازیبا الفاظ کے استعمال کی ممانعت

اس سے واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہود کی سازشوں اور ان کے طنز و تعریض سے اچھی طرح واقف تھے۔ آپؐ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ سلام کرتے وقت غیر مہذب الفاظ استعمال کرتے ہیں لیکن زبانِ مبارک جواب میں نامناسب کلمات سے پاک رہی۔ اسی کی تعلیم آپ نے صحابۂ کرامؓ کو دی اور فرمایا: "ہم ان کے حق میں جو دعا کریں گے وہ تو قبول ہو گی لیکن وہ جو بددعا کر رہے ہیں وہ قبول نہیں ہو گی [۴۷] اس لئے کہ ہم مظلوم اور وہ ظالم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت مظلوم کو حاصل ہوتی ہے اور ظالم اس سے محروم رہتا ہے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے یہود جس طرح "السلام علیکم" کو زبان کی لوچ سے "السام علیکم" کر دیتے ہیں اسی طرح ان کے جواب میں زبان کو گھما کر "علیکم السّام" کہنا چاہئے۔

---

۴۶ بخاری' کتاب الاستیذان' باب کیف الرد علی اہل الذمہ۔ مسلم' کتاب السلام' باب النہی عن ابتداء اہل الکتاب بالسلام الخ

۴۷ بخاری' کتاب الدعوات' باب قول النبی ﷺ یستجاب لنا فی الیہود الخ۔ مسلم' کتاب السلام' باب النہی عن ابتداء اہل الکتاب بالسلام الخ۔

اس کے معنی ہیں تم پر پتھر پڑیں یا "علاکم السلام" کہا جائے یعنی تم سے سلامتی اٹھ جائے لیکن جیسا کہ علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔ ذمیوں کو برا بھلا کہنا اور ان کے ساتھ بد زبانی کرنا جائز نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے جب انہیں برا بھلا کہنا چاہا تو آپؐ نے اسے ناپسند فرمایا۔[۴۸]

اوپر کی روایات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے بغض و عناد، ان کی شرارت اور ان کی بد زبانی اور بد کلامی کی وجہ سے انہیں سلام نہ کرنے یا ان کے سلام کا خاص طریقہ سے جواب دینے کا حکم دیا گیا ہے، لیکن جہاں غیر مسلموں سے بہتر روابط ہوں اور وہ مسلمانوں کے ساتھ عداوت اور مخاصمت کا رویہ نہ رکھتے ہوں وہاں اگر کوئی غیر مسلم، اسلامی تعلیمات یا اسلامی معاشرہ کے زیر اثر کسی مسلمان کو "السلام علیکم" کے ذریعہ خطاب کرے تو جواب میں اس کا رویہ بھی بظاہر مختلف ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ حالات کے بدلنے سے احکام بھی بدل جاتے ہیں۔ غالباً اسی وجہ سے بعض علماء نے ممانعت کے حکم کو ایسا حکم نہیں مانا ہے جو ابدی ہو اور جس پر عمل ہر حال میں لازم ہو۔ ان کے نزدیک غیر مسلم کے سلام کے جواب میں اسی طرح وعلیکم السلام کہا جا سکتا ہے جیسے مسلمان کے سلام کے جواب میں کہا جاتا ہے۔[۴۹]

شوافع میں سے بعض کی یہ رائے ہے کہ "وعلیکم السلام" تو کہا جا سکتا ہے لیکن اس سے آگے "ورحمتہ اللہ" کا اضافہ غلط ہوگا[۵۰]۔ لیکن امام شعبی اسے غلط نہیں سمجھتے ایک نصرانی نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے جواب میں "وعلیک السلام ورحمتہ اللہ" کہا۔ اس پر اعتراض کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں جی نہیں رہا ہے؟[۵۱]

۴۸۔ فتح الباری: ۴۵/۱۱

۴۹۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: وذهب جماعة من السلف الى انه يجوزان يقال في الرد عليهم وعليكم السلام كما يرد على المسلم۔ فتح الباری: ۴۵/۱۱۔ نیز ملاحظہ ہو عینی، عمدۃ القاری: ۳۰۶/۱۸

۵۰۔ نووی: شرح مسلم جلد ۵ جزء ۱۴ ص ۱۴۵

۵۱۔ زمخشری، الکشاف عن حقائق التنزیل: ۵۵۰/۱

سلام کے معاملہ میں ذِمّی اور حربی کا فرق

بعض حضرات نے اس معاملہ میں ذمی اور حربی کا فرق کیا ہے [۵۲] یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جو غیر مسلم اسلامی مملکت کے شہری ہیں، جن کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت اس کے ذمہ ہے اور جو اس کے امن و امان میں ہیں ان کے ساتھ سلام و کلام کا وہ انداز نہیں ہو گا جو ان لوگوں کے ساتھ اختیار کیا جا سکتا ہے جو اسلامی مملکت سے بر سرپیکار ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ایک ذمی کو خط میں سلام لکھا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ کیا آپ غیر مسلم کو سلام لکھ رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا اس نے اپنے خط میں مجھے سلام لکھا تھا میں نے اس کا جواب دیا ہے۔ [۵۳]

مشہور محدث ابن عیینہ سے سوال کیا گیا:

هَل یجوز السلام علی الکافر؟ (کیا کافر کو سلام کرنا جائز ہے؟)

انہوں نے جواب دیا "نعم" ہاں دیا جا سکتا ہے۔ اور پھر سورۂ ممتحنہ کی یہ آیت پڑھی: لَا یَنۡهٰکُمُ اللّٰهُ...الآیۃ جس میں کہا گیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور حسنِ سلوک سے منع نہیں کرتا جنہوں نے تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں اپنے وطن سے نہیں نکالا۔ وہ تو ان لوگوں سے قریبی تعلق رکھنے سے منع کرتا ہے جنہوں نے تم سے جنگ کی، تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور اس معاملہ میں دوسروں کی مدد کی"۔ (الممتحنہ: ۸۔۹) [۵۴]

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حربی اور غیر حربی یا معاہد اور غیر معاہد کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن چونکہ غیر حربی کے ساتھ حسن سلوک سے منع نہیں کرتا اس لئے اسے سلام بھی کیا جا سکتا ہے، یہ بھی حسن سلوک میں داخل ہے۔

۵۲۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: وعن بعضهم التفرقة بین اهل الذمة واهل الحرب۔ فتح الباری: ۴۵/۱۱۔ نیز ملاحظہ ہو: عینی، عمدۃ القاری: ۳۰۶/۱۸

۵۳۔ بخاری، الادب المفرد: ۵۲۹/۲

۵۴۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۱۱۱/۱۱

غیر مسلم کو سلام کے لئے مناسب الفاظ

ایک خیال یہ بھی ہے کہ سلام اور اس کے جواب کے الفاظ مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہیں، غیر مسلموں کے لئے دوسرے الفاظ استعمال کئے جانے چاہئیں۔ اس کی تائید میں وہ خط پیش کیا جاتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہِ روم ہرقل کو لکھا تھا۔ وہ اس طرح شروع ہوتا ہے :

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم مِن محمدٍ عبد اللّٰہ ورسولہٖ الی هرقل عظیم الروم، السّلام علٰی من اتّبع الهدٰی۔ امابعد... [۵۵]

اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ہرقل کی طرف جو روم کا سربراہ ہے۔ سلام ہے اس شخص پر جو ہدایت کی اتباع کرے۔ امابعد۔

محدث ابن بطال کہتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کی دلیل ہے جن کے نزدیک اہل کتاب سے مراسلت میں وقتِ ضرورت انہیں سلام لکھنا جائز ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ والسّلامُ علٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی کا سیاق و سباق دوسرا ہے۔ اس میں ایک اصولی بات کہی گئی ہے کہ جو حق اور ہدایت پر عمل کرے اس کے لئے سلامتی ہے۔ اس میں وہ شخص شامل نہ ہوگا جو حق کی اتباع نہ کرے۔ غیر مسلموں کو جو خطوط لکھے جائیں ان میں اس طرح کا عمومی انداز اختیار کیا جاسکتا ہے۔[۵۶]

قتادہ کہتے ہیں اہل کتاب کے گھر جاؤ تو کہو : السّلامُ علٰی مِن اتّبع الهدٰی، (سلامتی ہے ہر اس شخص پر جو ہدایت کی اتباع کرے)[۵۷] یہی بات امام ابو یوسف نے کہی

۵۵۔ بخاری، کتاب الاستیذان، باب کیف یکتب الٰی اهل الکتاب۔ گرامی نامہ کے پورے مضمون اور اس سلسلہ کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو : بخاری، کتاب البدء الوحی، نیز کتاب الجهاد، باب دعاء النبیؐ الناس الی الاسلام والنبوۃ۔

۵۶۔ فتح الباری : ۴۷/۱۱۔ نیز ۳۸/۱

۵۷۔ عبد الرزاق۔ المصنف : ۱۲/۶

ہے۔ ۵۸ " السّلام عَلینا وعلٰی عبادِ اللّٰہِ الصّالِحین " (سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر) جیسے الفاظ بھی استعمال کئے جاسکتے ہیں ۵۹۔

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) نے ایک شخص کو سلام کیا۔ اس نے جواب دیا۔ بعد میں آپ کو بتایا گیا کہ یہ شخص نصرانی ہے۔ آپ اس کے پاس گئے اور فرمایا کہ میرا سلام واپس کردو۔ ۶۰

امام مالک فرماتے ہیں کہ اس کی ضرورت نہیں ہے ۶۱۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کا بھی ایک فائدہ ہے۔ وہ یہ کہ غیر مسلم کے علم میں یہ بات آجائے گی کہ سلام کے مخصوص الفاظ غیر مسلموں کے لئے استعمال نہیں کئے جاتے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ خصوصاً جس شخص کے عمل کو لوگ نمونہ اور دلیل کے طور پر پیش کرتے ہوں اسے ایسا کرنا چاہئے تاکہ دوسرے اس سے احتراز کریں ۶۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے عمل کی اس سے توجیہ کی جاسکتی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ کو ایک شخص نے، جو صورت شکل سے مسلمان لگ رہا تھا، سلام کیا۔ انہوں نے جواب میں "وعلیک ورَحمۃ اللّٰہ وبَرکاتہ" کہا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ شخص نصرانی ہے۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ اس کے پاس گئے اور کہا کہ اللہ کی رحمت مسلمان کے لئے ہے (لہٰذا یہ الفاظ اسی کے لئے استعمال ہو سکتے ہیں) پھر اسے دعا دی : اطال اللّٰہُ حیاتکَ واکثرَ مالَکَ وَولَدَکَ (اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے اور تمہارے مال و اولاد میں اضافہ فرمائے۔ ۶۳

علامہ زمخشری کہتے ہیں :

وَلابأس بالدّعاء لہ بما یصلحہ فی دُنیاہ ۶۴

---

۵۸ زمخشری، الکشاف عن حقائق التنزیل : ۵۵۰/۱

۵۹ فتح الباری : ۴۰/۱۱

۶۰ بخاری، الادب المفرد : ۵۳۹/۲

۶۱ موطا، کتاب السلام، باب ما جاء فی السلام علی الیہود والنصاریٰ

۶۲ فتح الباری : ۴۶/۱۱

۶۳ بخاری، الادب المفرد : ۵۳۸/۲

۶۴ الکشاف عن حقائق التنزیل : ۵۵۰/۱

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ اسے دنیا کی صلاح اور بہتری کی دعا دی جائے"۔

خلاصۂ بحث

ان تفصیلات سے واضح ہے کہ سلام اسلامی تہذیب کا شعار ہے۔ زیادہ تر علماءِ سلف اس کے قائل ہیں کہ غیر مسلم کو سلام نہیں کیا جائے گا اور اس کے سلام کا جواب بھی وعَلیکَ یا وعَلیکم کی حد تک دیا جائے گا' اس سے زیادہ نہیں۔ لیکن سلف ہی میں جن اصحاب نے اس سے اختلاف کیا ہے ان کے نزدیک سلام کو عام کرنے کا حکم ہے' اس لئے غیر مسلم کو بھی سلام کیا جا سکتا ہے' اس میں مسلم اور غیر مسلم کا فرق صحیح نہیں ہے۔ بعض حضرات نے اس مسئلہ میں سماجی و معاشرتی تعلقات کو بھی اہمیت دی ہے۔ بعض نے ذمی اور حربی کا فرق کیا ہے' اس لئے کہ خود قرآن میں یہ فرق موجود ہے۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ غیر مسلموں کے لئے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کے مسنون الفاظ کی جگہ ان کی ہدایت اور فلاح و کامیابی کی دعا کی جائے۔ ان سب رایوں کی روشنی میں ہمیں ایک ایسے معاشرہ کے بارے میں سوچنا چاہئے جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کا ملا جلا اور مخلوط معاشرہ ہے' جہاں دونوں کے درمیان ثقافتی' سماجی' معاشی غرض مختلف نوعیت کے تعلقات موجود ہیں اور دونوں قانونی اور دستوری روابط میں بندھے ہوئے ہیں۔ اس طرح کے معاشرہ میں غیر مسلموں کو مسنون طریقہ سے سلام کیا جائے تو یہ مخالفِ سلف عمل نہ ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ اس طرح وہ آہستہ آہستہ اسلامی آداب سے مانوس ہوتے چلے جائیں اور ان کی معنویت ان پر زیادہ بہتر طریقہ سے واضح ہو جائے۔ اس میں قباحت محسوس ہو تو ان کے لئے عزت و احترام اور محبت و خیر خواہی کے دوسرے الفاظ استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ البتہ اس بات کا ضرور خیال رکھنا ہو گا کہ تعلقات کے اظہار میں ایسے طریقے نہ اختیار کئے جائیں جو کسی دوسرے مذہب یا تہذیب کے مخصوص شعار کی حیثیت رکھتے ہوں اور ایسے الفاظ نہ استعمال کئے جائیں جو اسلامی عقائد سے متصادم ہوں۔

(بشکریہ : سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی' علی گڑھ' انڈیا)